www.rahimia.org

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

جون 2025ء / ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ

جلد نمبر 17، شمارہ نمبر 6 قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبر شپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- قربانی کرنے کا اَجر اور حکمت
- حضرت ابوعبداللہ معقل بن یسار مزنی بصری رضی اللہ عنہٗ
- جنگی جنون اور خطے کی ترقی و خوش حالی کے تقاضے
- احادیث کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقاماتِ احسان (2)
- عثمانی حکمرانوں کی خصوصیات
- پاکستان پر محصولات کی جنگ کے اثرات
- یورپ 2025ء: معاشی زوال، صنعتی بحران اور عالمی کشمکش
- عیدالاضحیٰ کا دن' جان اور مال کو قربان کرنے کے جذبے کا اظہار ہے
- مسلمانوں کے لیے دونوں عیدوں کا فلسفہ اور اُن کی حکمت
- عیدالاضحیٰ کے عنوان کے لفظی معنی و مفہوم اور حکیمانہ تعبیر کا نمونہ
- عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے درمیان ربط و تعلق کی حکیمانہ تشریح
- حضرت مولانا محمد عظیم شیدا سولنگیؒ
- احکام و مسائل قربانی و عیدالاضحیٰ

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''یہ (دین کا پیغام پہنچانے کے لیے محلے میں) پھرنے پھرانے (گشت) کا کام دلچسپ معلوم ہوا کرتا ہے، مگر (اس کی) پوری پابندی کی جائے اور دوسروں (کی اصلاح) سے زیادہ ــ بلکہ کلیتًا (مکمل طور پر) ــ اپنا خیال رکھنا چاہیے، تاکہ جو چیز (صلاحیت) انسان کو حقیقی (مخلص اور مؤثر) مُبلّغ بناتی ہے، (وہ) پیدا ہو جائے۔ (اور مزید قابلِ توجہ بات ہے کہ) مُبلّغ بننا اور تبلیغ کا مؤثر ہونا بھی نیت میں (بہ طورِ مقصد) رکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف رضائے الٰہی حاصل کرنا اور اپنی زندگی کو رضائے (الٰہی) کے کاموں سے وابستہ کرنا (بہ طورِ مقصدِ زندگی) پیشِ نظر ہونا چاہیے''۔

(۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ 22/ نومبر 1946ء، بروز: جمعہ، مقام: نظام الدین، دہلی)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 225، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنیز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

www.rahimia.org

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

یہودیت ونصرانیت کا ردّ اور ملتِ ابراھیمیہ حنیفیہ پر ایمان

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 132 - 133) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت کا ذکر تھا کہ وہ دینِ اسلام قبول کریں۔

ان آیات (2-البقرہ: 134 تا 136) میں یہود و نصاریٰ کے غلط دعووں کی تردید ہے اور یہ ذکر ہے کہ تمام انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام نے بغیر کسی تفریق کے دینِ اسلام قبول کیا اور اُس کی پابندی کا عہد کیا تھا اور دینِ حنیفی کے ساتھ یکسوئی اختیار کی تھی۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (وہ ایک جماعت تھی' جو گزر چکی، ان کے واسطے ہے جو انھوں نے کیا، اور تمھارے واسطے ہے جو تم نے کیا، اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی): یہ حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ حضرات ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام ایک پوری اُمت اور جماعت تھی، وہ گزر چکی۔ اُن کے اعمال اُن کے لیے تھے اور تمھارے اعمال پر تمھاری جزا و سزا ہے۔ اُن کے اعمال سے تمھیں کچھ لینا دینا نہیں۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''یہودیوں کو اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہوگی اور ان کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہوگی۔ سو یہ غلط ہے، اپنا کیا اپنے آگے آئے گا، بھلا یا بُرا''۔ اس آیت میں اس کی تردید کردی گئی۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست، کہہ دے کہ: ہرگز نہیں! بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی' جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں): ملتِ ابراھیمیہ حنیفیہ میں یہودیوں اور نصرانیوں میں ملتِ نجّامین، ملتِ طبیعیّین اور ملتِ مجوس کی بہت سی باتیں ملتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کی اصل تعلیمات میں شامل کر کے تحریف کردی تھی اور اس کا نام یہودیوں نے ''ملتِ یہود'' اور نصرانیوں نے ''ملتِ نصاریٰ'' رکھ دیا تھا۔ اب یہودی' لوگوں کو دعوت دیتے تھے کہ ''تم یہودی بن جاؤ'' اور نصرانی یہ دعوت دیتے تھے کہ ''تم نصاریٰ بن جاؤ''، ہدایت پا جاؤ گے۔ اس کی تردید میں نبی اکرم ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ آپ یہ کہہ دیں کہ یہ بات کرنا بالکل درست نہیں، بلکہ ملتِ ابراہیمی حنیفی کی تعلیمات اصل ہیں، صرف اُس کی طرف یکسو ہو جاؤ۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی مخلوقات میں سے نجومیوں کے کسی ستارے، یا طبیعی مادی چیزوں، یا مجوسیوں کی عقولِ عشرہ میں سے کسی کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے، وہ حنیفی تھے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ (تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، اور جو اُترا ہم پر، اور جو اُترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر، اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے): تمام انسانوں کو یہ بات کہنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم ایمان لاتے ہیں جو کچھ اللہ نے ہم پر کتابِ مقدس قرآن حکیم نازل کی، اور وہ تعلیمات جو صحیفوں کی صورت میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام اور اُن کی اولاد پر نازل کی تھیں۔

اسی طرح جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کی صورت میں نازل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کی صورت میں نازل ہوا اور وہ تمام تعلیمات جو دیگر انبیا علیہم السلام کو اُن کے ربّ کی طرف سے دی گئی ہیں، ہم اُن پر ایمان رکھتے ہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی، اور ہم اسی پروردگار کے فرماں بردار ہیں): ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھیجے جانے والے تمام حضرات انبیا علیہم السلام میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھتے۔ ہم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرماں بردار ہیں اور انھوں نے جس دور میں جس نبی پر بھی جو کچھ نازل کیا ہے، ہم اُس پر ایمان لانے والے ہیں۔ اس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل کی ہے، ہم اُن کی شریعت کی پوری پابندی کر کے سچے اور پکے مسلمان بنتے ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ملتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کی تشریح میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریر کا خلاصہ درجِ ذیل لکھا ہے: ''فائدہ: ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں: اوّل: عقائد (جیسے توحید و نبوت وغیرہ)۔ سو اِس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں، اختلاف ممکن ہی نہیں۔ دوسرے: قواعدِ کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات وفروعِ مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں۔ اور ''ملت'' فی الحقیقت انھی اصول اور کلیات کا نام ہے اور ملتِ محمدی اور ملتِ ابراہیمی کا توافق و اتحاد انھی کلیات میں ہے۔ تیسرے: مجموعہ کلیات و جزئیات و جمیع اُصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں)، جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ایک ہے اور شریعت جدا جدا''۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''البدور البازغہ'' میں ملتِ ابراھیمیہ حنیفیہ کے پانچ اُصول وکلیات اور ارکان بیان کیے ہیں اور پھر ان ابراہیمی اُصول و کلیات کی روشنی میں جو شریعتِ محمدیہ کی صورت میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تشریعی نظام قائم کیا ہے، اس کے آٹھ مقاصد بیان فرمائے ہیں: (1) ارتفاقِ ثانی کی اصلاح، (2) اللہ کی تائید سے عملی رُسومات کی اصلاح، (3) ارتفاقِ ثالث کو ہر طرح کے ظلم سے پاک کرنا، (4) دینِ حنفی کو بین الاقوامی سطح پر غالب کرنا، (5) دینِ حنفی کی تعلیمات کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا، (6) تین حجاباتِ (طبع، رسم اور سوءِ معرفت) کو توڑ کر صفتِ احسان پیدا کرنا، (7) ملکی سطح پر شیطانی شر سے انسانیت کو بچانا (8) اور قبر، محشر اور جہنم کے فتنے سے انسانیت کو نجات دلانا۔ (البدور البازغہ، تیسرا مقالہ)

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

قربانی کرنے کا اَجر اور حکمت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''مَا مِنْ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلِ يَوْمِ النَّحْرِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ. وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا، وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ بِالْأَرَضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً''. (سنن ترمذی:1493وسنن ابن ماجہ:3126)

(حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ عنہا- سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدم کی اولاد کا کوئی عمل، اس عمل سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے، جو وہ قربانی کے دن، قربانی کا جانور ذبح کرکے اور اس کا خون بہا کر کرتا ہے۔ بے شک قربانی کرنے والا قیامت کے دن قربانی کے جانور کے سینگ، اس کے بالوں اور اس کے کُھروں (کے بدلے میں دیے جانے والے اَجر وثواب) کے ساتھ آئے گا۔ اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جاتا ہے (اور قبول کرلیا جاتا ہے)۔ پس لوگو! خوش دِلی سے قربانی کیا کرو''۔)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''دنیا میں ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے، جس میں وہ اپنی قومی ترقی میں کردار ادا کرنے والے رہنماؤں کی سیرت و کردار کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے دین و مذہب کے اہم واقعات کی عظمت اور اس کی یاد مناتے ہیں''۔ (حجۃ اللہ البالغہ) قرآن حکیم واحادیث نبوی ﷺ میں ہے کہ قربانی' ملتِ اسلامی کے بانی حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی سنت کو تازہ رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہے، جو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم کو بجالانے کی خاطر اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کردینے اور پھر اللہ کی طرف سے انعام کے طور پر اس کے عوض بھیجے گئے مینڈھے کو ذبح کرنے کی صورت میں ادا کی۔ عیدالاضحیٰ کے دن ابراہیمی طریقے پر قربانی کرنے میں اصل حکمت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ان جذبات و کیفیات کو اپنے قلب و دماغ میں سمونا ہے، جو اِن دونوں حضرات نے اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے حکم پر پیش کرکے مثالی صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: ''عیدالاضحیٰ کے ایام میں (فرائض کے بعد) اللہ کے ہاں سب سے محبوب اور پسندیدہ قربانی کا عمل ہے''۔ (ترمذی) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے''۔ (مستدرک حاکم) قربانی درحقیقت اللہ رَبُّ العزت کے حکم کی بجا آوری کے لیے جذبۂ فدائیت کے اِظہار اور نادار بھائیوں کی ہمدردی کا سبق ہے، جس سے اسلام کے نظریۂ اخوت ومساواتِ انسانی کا درس اُجاگر ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی میں ہے کہ: ''اللہ کو قربانی کے گوشت اور خون نہیں، لیکن تمھارے اس عمل سے تقویٰ (محبت الٰہی، اس کا ڈر اور اس کی مخلوق کی بھلائی کی خاطر قربان ہو جانے) کا جذبہ پہنچتا ہے''۔ (37:الحج-22)

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت ابوعبداللہ معقل بن یسار مزنی بصری رضی اللہ عنہٗ

(عالم، فاضل، قاضی، مُدبِّر و حکیم، اصحابِ بیعتِ رِضوان)

حضرت ابوعبداللہ معقل بن یسار مزنی بصری رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپؓ فضل وکمال اور حکمت و دانش کے اعتبار سے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ آپؓ کا نسب نامہ یہ ہے: معقل بن یسار بن عبداللہ بن صفیر۔ مؤرخین نے وضاحت نہیں کی کہ کس سال اسلام قبول کیا، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ وہ صلح حدیبیہ (ذوقعدہ/٦ ہجری) سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ لکھے جانے سے پہلے جب آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی تو حضرت ابن یسارؓ آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے، اس وقت ان کے ہاتھ میں پتوں والی ایک شاخ تھی جس سے وہ حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے آپؐ سے اس بات پر بیعت کا شرف بھی حاصل کیا کہ میدانِ جنگ سے نہ بھاگیں گے۔ یوں آپؓ ان خوش بخت اصحابِ بیعتِ رِضوان میں شامل ہوگئے جن کو اللہ تعالیٰ نے 'سورت الفتح'' میں اپنی رضا اور خوشنودی کی بشارت دی تھی۔

آپؓ بڑے دانا، صائبِ رائے، احکامِ شریعت سے بہ خوبی واقف تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کی بڑی قدر فرماتے۔ آپؓ سے 34 احادیث مروی ہیں۔ آپؓ کا حافظہ بلا کا تھا۔ رسول اللہؐ کے کئی ایسے فیصلے آپؓ کو یاد تھے، جن کا علم بہت سے اکابر صحابہؓ کو بھی نہ تھا، تاہم وہ حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، اسی لیے ان کی مرویات کی تعداد ان کے فضل وکمال کی نسبت سے کچھ زیادہ نہیں۔ آپؓ کی اولاد: عبدالرحمٰن، عبیداللہ اور ہند ہیں۔ آپؓ دورِ نبویؐ کے قاضیوں میں سے بھی تھے۔ آپؓ کی طبیعت میں غیرت اور خودداری کا مادہ بہت زیادہ تھا، لیکن جب اللہ اور رسولؐ کا کوئی حکم سنتے تو اپنے جذبات کو بالائے طاق رکھ دیتے اور اس حکم کی تعمیل کرتے۔

آپؓ نے دورِ نبویؐ کی تمام اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ عہدِ صدیقی کی ارتداد کی جنگوں میں بھرپور کردار ادا کیا اور عہدِ فاروقی میں دنیا کی بڑی سپر پاور کسریٰ ایران کے مقابلے کی اکثر فتوحات میں شجاعت سے مدبرانہ اور فاتحانہ کردار ادا کیا۔ آپؓ کی بصیرت اور اصابتِ رائے کا حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو بھی اعتراف تھا۔ وہ اہم ملکی امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے اور بعض دفعہ نہایت اہم کام ان کے سپرد کرتے۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کو بصرہ کا گورنر بھی مقرر کیا۔

حضرت معقلؓ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں شدید بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپؓ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مؤرخین نے آپؓ کے سالِ وفات کی وضاحت نہیں کی، بہرحال یہ خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ کا دور (٤١ تا ٦٠ ہجری) تھا۔

(حوالہ جات: بخاری، اسدالغابہ، الاصابہ، الاستیعاب، فتح الباری، سیر اعلام النبلا)

www.rahimia.org

جنگی جنون اور
خطے کی ترقی وخوش حالی کے تقاضے

انسانی تاریخ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہمیشہ تباہی، بربادی اور انسانی دُکھوں کی داستان رہی ہے۔ قبائلی عہد سے لے کر جدید دور تک' جنگوں نے انسانیت کو زخم ہی دیے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ بعض حلقے آج بھی جنگ کو فخر اور شجاعت کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ٹی وی اسکرینوں، سوشل میڈیا اور بعض سیاسی خطابات میں جنگی جنون کو بڑھاوا دینا' ایک ناپسندیدہ رُجحان بنتا جارہا ہے۔ کیا ہم واقعی بھول گئے ہیں کہ امن، ترقی اور خوش حالی وہ خواب ہیں جو صرف امن کی فضا میں پنپ سکتے ہیں؟ جنگ پر خوشی منانا' نہ صرف غیر مہذب طرزِ عمل ہے، بلکہ یہ اس ذہنی پس ماندگی کی علامت بھی ہے جو انسانیت کو پیچھے لے جاتی ہے۔ دنیا کے مہذب اور ترقی یافتہ معاشروں نے یہ بات بہت پہلے سمجھ لی تھی کہ امن ہی حقیقی ترقی کا زینہ ہے۔ وہ ممالک جنھوں نے جنگ کے بجائے علم، تحقیق، صحت، عدل، خوش حالی اور فلاحِ عامہ کو ترجیح دی، آج دنیا کے نقشے پر کامیابی کا استعارہ ہیں۔ دوسری طرف وہ ریاستیں جو جنگی جنون میں اُلجھتی رہیں، نہ صرف معاشی طور پر کمزور ہوئیں، بلکہ ان کا معاشرتی تانا بانا بھی بکھر گیا۔

امن اور خوش حالی کا تعلق ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہے۔ کوئی بھی ملک اس وقت تک معاشی استحکام حاصل نہیں کرسکتا، جب تک وہ اپنے اندرونی و بیرونی محاذوں پر امن قائم نہ کرے۔ امن کی سرزمین پر ترقی کے بیج اُگتے اور خوش حالی کے پھول کھلتے ہیں۔ جنگ، چاہے کتنی ہی 'جائز' کیوں نہ ہو، اس زمین کو اُجاڑ دیتی ہے۔

یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جنگیں قبائلی عہد کی باقیات ہیں۔ جب معاشرے قانون، ضابطے اور تہذیب سے ناواقف تھے، جب طاقت ہی قانون تھی اور اختلاف کو محض تلوار سے حل کیا جاتا تھا، تب جنگیں ایک فطری رویہ سمجھی جاتی تھیں، لیکن آج کے انسان کا مستقبل تعلیم، عدل، امن اور خوش حالی سے وابستہ ہے، ایسے میں جنگ کو مسئلے کا حل سمجھنا' فکری پس ماندگی کے سوا کچھ نہیں۔ ایک باشعور اور مہذب ریاست کی اصل طاقت اس کی جنگی صلاحیت سے زیادہ' اس کا عدل پر مبنی نظام، عوام کی فلاح اور بین الاقوامی سطح پر سفارتی وقار ہوتا ہے۔ انصاف کا بول بالا ہو تو دشمن بھی آپ کا احترام کرتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے خطے میں اب بھی بعض حلقے صرف عسکری طاقت کو قومی سلامتی کی ضمانت سمجھتے ہیں، جب کہ حقیقی سلامتی تب آتی ہے جب قوم حقیقی طور پر آزاد، تعلیم یافتہ، صحت مند، بااختیار اور باوقار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں اسلحے اور ہتھیاروں پر بجٹ بڑھانے کے بجائے تعلیم، صحت، سائنس، ٹیکنالوجی، زراعت، ہنرمندی اور روزگار پر وسائل صَرف کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ ممالک جو عوام کو روٹی، روزگار، علاج اور تعلیم نہیں دے سکتے، وہ کتنے ہی میزائل بنالیں جب تک وہ اپنی عوام کو خوش حال اور بااختیار نہیں بناتے، وہ ممالک اندر سے کھوکھلے رہتے ہیں۔ آج باشعور قوموں کے ہاں حقیقی جنگ' غربت، جہالت، بیماری اور بے انصافی کے خلاف لڑی جاتی ہے اور اس جنگ میں کامیابی ہی قوم کو سرخرو کرتی ہے۔ عصرِ حاضر میں دنیا کو مذاکرات، مصالحت اور مکالمے کی ضرورت ہے، نہ کہ مزید محاذ آرائی کی۔ اختلافات فطری ہوتے ہیں، لیکن ان کا حل بات چیت سے نکالا جانا چاہیے۔ طاقت کے مظاہرے سے وقتی برتری تو حاصل ہوسکتی ہے، مگر پائیدار امن نہیں۔ علاقائی قوتوں کے ساتھ بہتر تعلقات، تجارتی معاہدے، ثقافتی تبادلے اور عوامی رابطے ہی امن کی کنجی ہیں۔

آج دنیا میں سرمایہ داری نظام کی موجودگی میں اس پہلو کو کسی صورت نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے کہ جنگ' سرمایہ دارانہ نظام کی ایک مکروہ ضرورت بن چکی ہے۔ عالمی اسلحہ ساز کمپنیاں جنگوں سے منافع کماتی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو آپس میں اُلجھا کر یہ کمپنیاں اپنا اسلحہ بیچتی ہیں، اپنے وسائل بڑھاتی ہیں اور قوموں کو معاشی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیتی ہیں۔ تیسری دنیا کے ممالک کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں سرمایہ دار قوتیں اپنی پراکسی وار لڑتی رہی ہیں۔ اب تیسری دنیا کے ممالک کو ہوشیار رہنا ہوگا کہ کہیں وہ کسی اَور کی جنگ کا ایندھن نہ بن جائیں۔ اس تناظر میں اسلام کے نظریۂ جنگ و امن کو پیشِ نظر رکھنا انتہائی اہم ہے۔ اس بارے میں آج کے دور میں اسلام کا نظریۂ جنگ وامن نہایت موزوں اور متوازن ہے۔ اسلام نے ظلم کے خلاف جارح قوتوں سے جنگ کی اجازت دی ہے، لیکن استعماری حملوں، کسی ملک کے وسائل پر قبضے کی نیت سے ظلم اور جارحیت کو سختی سے منع کیا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر دشمن صلح کی طرف جھکے تو تم بھی جھک جاؤ، اس لیے کہ اللہ صلح کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ جیسا بے مثال معاہدہ کر کے دُنیا کو یہ پیغام دیا کہ امن کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچنا' بہترین حکمتِ عملی ہے اور قرآن حکیم نے صلح اور امن کی اس کامیاب کاوش کو ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا ہے، جب کہ اس سے قبل فتح کو صرف جنگوں ہی سے منتھی کیا جاتا تھا۔ یہ اسلام کا کارنامہ ہے کہ اس نے ہمیں امن میں بھی فتح کی جھلک دکھائی۔

آج کی دنیا کو اسی پیغامِ رحمت کی ضرورت ہے۔ وہ دنیا جو جنگوں، تضادات، اسلحے، بارود، مہنگائی، ماحولیاتی تباہی، وباؤں اور ذہنی انتشار سے دوچار ہے، وہاں امن کا قیام انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنے رویے، بیانیے، ترجیحات اور وسائل کا ازسرِنو جائزہ لینا ہوگا۔ جنگ پر خوشی منانا' نہ صرف غیر مہذب طرزِ فکر ہے، بلکہ یہ خود قوموں کے مستقبل سے کھلواڑ بھی ہے۔ ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اصل کامیابی اس میں ہے کہ ہم ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں، جہاں انصاف اور امن ہو اور ہر فرد کو اپنی زندگی بہتر بنانے کے مساوی مواقع میسر ہوں۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ہم جنگی جنون کی جگہ مکالمے، امن، تعلیم اور معاشی خوش حالی کو اپنی قومی ترجیح بنالیں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احادیث کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقاماتِ احسان (2)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حجّةُ اللّٰہِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

(مقامِ ''توکُّل'' سے متعلق حدیث کی تشریح)

''عقل'' کے مقاماتِ احسان میں ایک مقام ''توکل'' بھی ہے۔ ''توکل'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی عقل پر ''مقامِ یقین'' اتنا غالب آجائے کہ نفع کے حصول اور نقصان کو دور کرنے کے لیے اسباب اختیار کرنے میں اس کی کوشش سست پڑ جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو اسباب اختیار کر کے رزق کمانے کا طریقہ مقرر کیا ہے، وہ اسی طریقے پر چلے، لیکن اسباب پر اعتماد کیے بغیر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے، جو علاج کے لیے تعویذ، فال اور آگ سے داغنے والے علاج معالجے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 5295)

مَیں کہتا ہوں کہ: نبی اکرم ﷺ نے توکل کرنے والوں کے یہ اوصاف بیان کر کے اس بات سے باخبر کیا ہے کہ توکل کا اثر ایسے اسباب کے ترک کرنے سے متعلق ہے، جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔ نہ کہ اُن اسباب کو ترک کرنے سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے علاج معالجے کے لیے بہ طورِ سنت اور طریقہ جاری کیے ہیں اور جہاں تک اُن کے بغیر حساب جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے، وہ اس لیے کہ جب اُن کے دلوں میں اللہ پر توکل کا معنی اور مفہوم پختہ ہوگیا تو توکل کی یہ معنویت اُن کے دل کو اعمال کی سببیّت کے کاٹ کھانے والے زہر سے نجات دے دیتی ہے۔ اس صورت میں انھیں یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ کائنات کے وجود میں سوائے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ وجوبیہ کے کوئی چیز مؤثر بالذات نہیں ہے۔

(مقامِ ''ہیبت'' سے متعلق حدیث کی تشریح)

''عقل'' کے مقاماتِ احسان میں ایک مقام ''ہیبت'' بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلال وہیبت کی عظمت پر اتنا پختہ یقین ہو جائے گویا کہ اللہ کے سامنے وہ ''لا شــیء'' (کوئی چیز نہیں) ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے جب ایک پرندے کو ایک درخت پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا تھا کہ: ''اے پرندے! تیرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ اللہ کی قسم! کاش کہ مَیں تیری طرح ہوتا، درختوں پر بیٹھتا اور پھلوں سے کھاتا۔ پھر فضاؤں میں اُڑتا۔ تجھ پر نہ کوئی حساب ہے، نہ کوئی عذاب۔ اللہ کی قسم! میری بڑی تمنا ہے کہ مَیں ایک درخت ہوتا، جو راستے کے ایک طرف کھڑا ہوتا۔ میرے نیچے سے اونٹ گزرتا اور میری شاخیں پکڑتا اور مجھے اپنے منہ میں ڈالتا، پھر مجھے چباتا، پھر مجھے ہضم کرتا، پھر میں لید بن کر نکل جاتا۔ کاش! کہ میں انسان نہ ہوتا''۔ (روہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ، ج: 13، ص: 218)

(مقامِ ''حسنِ ظن'' سے متعلق احادیث کی تشریح)

''عقل'' کے مقاماتِ احسان میں ایک مقام ''حسنِ ظن'' بھی ہے۔ یہ وہی مقام ہے، جسے صوفیا کی زبان میں ''اُنس'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں اور اُس کی مہربانیوں کو ملاحظہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ ''ہیبت'' کا مقام حق تبارک وتعالیٰ کے عذاب اور اُس کے جلال وعظمت کو ملاحظہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

مؤمن اگرچہ اپنی اعتقادی نظر سے اللہ کا ڈر اور اُمید، دونوں کو بہ یک وقت پیشِ نظر رکھتا ہے، لیکن عملی صورتِ حال اور مقام کے اعتبار سے بسا اوقات انسان پر خوف بڑھتے بڑھتے ہیبت کی صورت میں غالب آجاتی ہے۔ اور بسا اوقات اللہ سے اُمید اتنی بڑھتی ہے کہ اللہ کے بارے میں ''حسنِ ظن'' غالب آجاتا ہے۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی گہرے کنوئیں کے منڈیر پر کھڑا ہو اور اُس میں گرنے کے خوف سے اس کے جسم میں کپکپاہٹ طاری ہو، اگرچہ (زمین پر پاؤں رکھنے کی وجہ سے) اُسے عقلی طور پر کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اسی طرح اچھی عمدہ نعمتوں کو نفس کا یاد کرنا انسان کو اتنا خوش کر دیتی ہے (کہ وہ ''حسنِ ظن'' اور اُنس کے مقام تک پہنچ جاتا ہے)، اگرچہ عقلی طور پر اُسے فرحت اور خوشی نہیں ہوتی، لیکن دونوں حالتوں میں خوف اور فرحت انسان کے وہم میں خوب سرایت کر جاتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا' انسان کی عبادت کا حُسن ہے''۔ (رواہ ابوداؤد واحمد، مشکوٰۃ، کتاب الآداب، حدیث: 5048) اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنے ربّ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ روایت بیان فرمائی ہے: ''مَیں اپنے بندے سے اُس کے ظن اور گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، حدیث: 2264)

مَیں کہتا ہوں کہ یہ جو کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حسنِ ظن' انسان کے نفس کو اپنے پیدا کرنے والے ربّ تبارک وتعالیٰ کے لطف اور فیضان کے لیے تیار کر دیتا ہے۔

(مقامِ ''تفرید'' سے متعلق حدیث کی تشریح)

''عقل'' کے مقاماتِ احسان میں ایک مقام ''تفرید'' بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کی عقلی قوتوں پر اس قدر غالب آجائے کہ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا اور انسان کی خود کلامی کی حالت کمزور اور مضمحل ہو جائے اور حدیثِ نفس کی بہت زیادہ بھڑکنے والی لپٹیں بجھ جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سیر کرو! مفردون سبقت لے گئے اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جنھوں نے ذکرِ الٰہی کے ذریعے اپنے بوجھوں سے نجات حاصل کر لی ہے''۔ (الترمذی: 3596)

مَیں کہتا ہوں کہ: اللہ کے ذکر کا نور جب خالص ہو کر ان کی عقلوں تک پہنچتا ہے اور عالم جبروت کی طرف جھانکنے کی کیفیت اُن کے نفسوں میں شبیہ بنا لیتی ہے تو اُن کی بہیمیت ٹوٹ جاتی ہے، اُس کی بھڑکتی لپٹیں بجھ جاتی ہیں اور اُس کے بوجھ ختم ہو جاتے ہیں۔

(ابواب الاحسان، باب: 4، المقامات والاحوال)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عثمانی حکمرانوں کی خصوصیات

مؤرّخین نے لکھا ہے کہ عثمانی حکمرانوں کی بڑی خصوصیت جس کا سلطنت کے استحکام و مضبوطی میں نمایاں اثر ہوا، وہ یہ کہ وہ جب کسی علاقے کو فتح کرتے تو اُس علاقے کے اندرونی نظم ونسق کی طرف متوجہ ہوتے۔ رعایا کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی تدابیر کرتے۔ مفتوحہ علاقوں کو آئین وقانون کے تحت منظّم کرتے۔

جدید وقدیم ادوار کی دوسری مشرقی ریاستوں کے مقابلے میں عثمانی سلطنت کے زیادہ دیر تک قائم رہنے کی ایک بڑی وجہ اُس کے ابتدائی حکمرانوں کی یہی حکمتِ عملی تھی اور ایشیائے کوچک کی فتوحات میں اُس حکمتِ عملی پر زیادہ عمل ہوا۔ اس لیے اُن علاقوں میں عثمانی سلطنت کو زیادہ استحکام حاصل ہوا۔

عثمانی سلطنت کے دوسرے حکمران ''اُورخان'' اپنے تینتیس سالہ دورِ حکومت میں بہت سے بازنطینی حکومت کے مقبوضہ ایشیائی علاقوں کو واگزار کرا کے عثمانی سلطنت میں شامل کیا۔ گویا اس برِاعظم میں عثمانی فتوحات کا یہ ابتدائیہ تھا۔ اُورخان نے ہی سلطنت کا آئینی وقانونی ڈھانچہ مرتب کیا، جس پر عثمانی سلطنت کی عظمت قائم ہوئی۔ اس کے ان کارناموں کی بدولت وہ سلطانی کے منصب پر فائز ہوا، لیکن اس نے سلطانی میں بھی درویشی کی شان بدستور قائم رکھی۔ اس خوبی میں وہ اپنے باپ سلیمان غازی کا مثیل تھا۔ بہت سے رفاہی اور انسانی خدمات کے کام خود سرانجام دیتا۔ غریبوں اور محتاجوں میں اپنے ہاتھ سے لنگر تقسیم کرتا۔ اسی طرح علوم وفنون کی سرپرستی بھی اس کا ایک اعلیٰ وصف تھا۔ بہت سے علما و مشائخ اس کی صحبت میں رہتے۔ ان کے ساتھ علمی مجالس منعقد ہوتیں۔ پیش آمدہ مسائل پر گفتگو ہوتی۔ بہت سے مدارس قائم کیے۔ اس دور کے مشہور عالم مُلّا داؤد قیصریؒ اور تاج الدین کُردؒ اس کے قائم کردہ مدرسے کے مہتمم اور صدر مدرّس مقرر ہوئے۔ عثمانی سلطنت کا پہلا دارالحکومت ''برُوصہ'' مدتوں علم وفضل کا مرکز رہا۔ یہیں پر بہت سے شیوخ و علما کے مزارات پر آج بھی عقیدت کے پھول نچھاور کیے جاتے ہیں۔

عثمانی حکمران یورپ میں: اُورخان نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان پاشا کی سرکردگی میں بیس ہزار فوجیوں کا ایک دستہ یورپ کے یونانی مقبوضہ علاقوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ بہت سے قلعے فتح کیے۔ ان میں درۂ دانیال کے قریب مغربی ساحل پر واقع ایک قلعہ ''گیلی پولی'' پر سلیمان پاشا نے قبضہ کیا۔ جب کہ یونانی فوجی دستے تُرک فوج سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ کوئی مزاحمت نہ کر سکے۔ اپنی بزدلی و بے ہمتی پر پردہ ڈالنے کے لیے یوں کہنے لگے کہ: ''خدا کی مرضی یوں ہی تھی''۔ اس قلعے کی فتح کے بعد ترکوں کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا اور پہلی بار انھوں نے ایک فاتح کی حیثیت سے یورپ میں قدم رکھا۔

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف ، اسلام آباد

پاکستان پر محصولات کی جنگ کے اثرات

امریکی صدر کی محصولات کی جنگ نے اب نتائج دینے شروع کر دیے ہیں۔ چناں چہ دنیا کے بیش تر ممالک اب تک مذاکراتی میز پر بیٹھ چکے ہیں اور ان مذاکراتی مرحلوں کو مؤثر رکھنے کی غرض سے تمام تجارتی ممالک کے لیے دس فی صد کا ایک بنیادی ٹیرف متعارف کروا دیا گیا ہے۔ دھیرے دھیرے اب تک کئی ممالک کے ساتھ معاملات طے کر لیے گئے ہیں۔ ان میں برطانیہ، یورپی یونین، اس کے علاوہ ویت نام، چین اور بھارت تجارتی معاہدے پر بات چیت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی برآمدات کا پچیس فی صد امریکی منڈی میں بھیجا جاتا ہے، جو چھ سے سات ارب ڈالر بنتا ہے اور اس میں بھی سب سے بڑا حصہ کپڑے کی صنعت کا ہے۔ اندازہ لگایا جارہا ہے کہ امریکا سے مؤثر مذاکرات نہ ہونے کی صورت میں پاکستان کی برآمدی معیشت کو فوری طور پر ایک ارب ڈالر سالانہ کا نقصان ہوگا، جب کہ بھارت دھیرے دھیرے اس منڈی کو ہم سے چھین بھی سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل پاکستان پر محض دو فی صد محصولات لگائے جاتے تھے، جب کہ امریکا سے آنے والی مصنوعات پر اوسطاً ساڑھے تیرہ فی صد درآمدی محصول لگایا جاتا تھا، جو گاڑیوں کی صورت میں سو فی صد تک بھی چلا جاتا تھا، لیکن اب صورتِ حال یکسر بدل چکی ہے۔ چناں چہ بالخصوص گاڑیوں کی درآمدی ڈیوٹی میں پانچ سال کی مدت میں بہ تدریج کمی کی سکیم متعارف کروا دی گئی ہے اور مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ اس سب کا رُوحِ رَواں آئی ایم ایف ہے، جس کی تحریک پر تدریجاً ان محصولات کو متعارف کروایا گیا تھا۔

ٹیکسٹائل سیکٹر دراصل ہمارا کماؤ پوت ہے، جو سالانہ پندرہ ارب ڈالر کے لگ بھگ زرِمبادلہ کماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیکس چھوٹ، بجلی اور گیس کے مخصوص نرخ، پالیسی میں چھوٹ اور سستے قرضے اس شعبے کی داستان کا ایک اہم باب ہے۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہوجائے، اس شعبے کی بلیک میلنگ ختم نہیں ہوتی۔ محصولات کی اس صورتِ حال میں ان کی طرف سے یہ تقاضا کیا جارہا ہے کہ ہمیں کپاس اور سویابین کی ضروریات امریکا سے پوری کرنی ہوں گی۔ اس کے علاوہ امریکی مصنوعات پر درآمدی ڈیوٹیاں کم سے کم کرنی ہوں گی، تاکہ ہماری امریکا کو برآمدات بڑھ سکیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان میں سالانہ ٹیکس محصولات کا قریباً چالیس فی صد درآمدی ڈیوٹیوں سے وصول کیا جاتا ہے، جو ہماری آمدن کا ایک بڑا حصہ ہے۔ اگر اسے کم کیا جائے گا تو نہ صرف اس میں کمی آئے گی، بلکہ درآمدات میں اضافہ بھی ہوگا اور ہمارا تجارتی خسارہ بڑھ سکتا ہے، جو بالآخر کرنسی کی گراوٹ اور مزید قرضوں پر منتج ہوسکتا ہے۔ اس صورتِ حال میں ہمیں کسی ایک سیکٹر کو نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ پاکستان کی مجموعی صورتِ حال کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ جہاں جنگ کے سائے منڈلا رہے ہوں اور دفاعی بجٹ کو تین گنا کرنے کی بات چل رہی ہو، وہاں ریجنل قوتوں سے مل کر متبادل حکمتِ عملی بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

یورپ 2025ء: معاشی زوال، صنعتی بحران اور عالمی کشمکش

استحصالی قوتیں بالآخر اپنی ہی چالوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جن اقوام نے انسانیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، آج وہ خود انھی تودوں تلے دب رہی ہیں۔ اگرچہ بدی کی طاقتیں بعض اوقات عروج پر دکھائی دیتی ہیں، مگر کائنات کا فطری نظام' وقت پر اپنا ردِعمل ضرور ظاہر کرتا ہے۔ کرنل ڈگلس میکگریگر۔ جو امریکا کی جنگی حکمتِ عملی کے مشیر اور یوگوسلاویہ، افغانستان و دیگر جنگوں میں فعال کردار ادا کر چکے ہیں۔ نے 5/مئی 2025ء کو ایک انٹرویو میں دار کیا کہ یورپ ایک شدید مالی بحران کے دہانے پر کھڑا ہے۔ ان کے مطابق عوام سے حقیقت چھپائی جا رہی ہے اور انھیں اندھیرے میں رکھا جا رہا ہے۔ دوسری طرف مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کی جنگ نے حالات کو مزید گھمبیر بنا دیا ہے۔ امریکا اس جنگ میں یورپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، لیکن یورپی قوتیں اس ساتھ سے انکاری ہیں۔

یورپی اعتراضات واضح ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکا نے انھیں افغانستان، مشرقِ وسطیٰ اور یوکرین کی جنگوں میں استعمال کیا۔ اس کے نتیجے میں یورپ کی معیشت تباہ ہو چکی ہے اور عوام سڑکوں پر آ گئے ہیں۔ یورپ کی سب سے بڑی صنعت' کارسازی آج خطرے کی زد میں ہے۔ یوکرین جنگ میں روس کے خلاف مؤقف اپنانے کی پاداش میں روس نے یورپ کو سستا تیل اور گیس دینا بند کر دی۔ ساتھ ہی روس پر عائد کی گئی معاشی پابندیوں اور سوئفٹ سسٹم سے اخراج نے حالات کو مزید بگاڑ دیا۔ توانائی کی قیمتیں بڑھنے سے صنعتی پیداواری لاگت میں اضافہ ہوا، جس سے یورپی مصنوعات مہنگی ہو گئیں اور ان کی عالمی مسابقت میں کمی آئی، جب کہ دوسری طرف بھارت اور چین نے روس سے سستا ایندھن حاصل کر کے اپنی معیشت کو تقویت دی۔ بھارت تو یہاں تک گیا کہ روسی تیل خرید کر منڈی کے نرخوں پر دوبارہ بیچ کر منافع کماتا رہا۔

چین کا رویہ بھارت سے مختلف مگر زیادہ منظّم تھا، اس نے اپنی بڑی داخلی مارکیٹ، منظّم ریاستی نظام اور مضبوط اداروں کے ذریعے اس صورتِ حال سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ صدر شی جن پنگ نے بیلٹ اینڈ روڈ انیشیٹو کے تحت نہ صرف عالمی سطح پر سرمایہ کاری کے نئے مواقع پیدا کیے، بلکہ اندرونِ ملک بدعنوانی، بیوروکریسی اور سرخ فیتے کو کنٹرول کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ اس حکمتِ عملی کے نتیجے میں چین کی مصنوعات دنیا بھر میں سستی، جدید اور قابلِ اعتماد بن سکیں گی۔ یورپ کی کارسازی کی صنعت۔ جس میں بی ایم ڈبلیو، مرسیڈیز، پورشے، فوکس ویگن اور دیگر شامل ہیں۔ توانائی بحران، مہنگی پیداوار اور چینی برقی گاڑیوں کے سستے حملے سے متأثر ہوئی ہیں۔ اجتماعی طلب میں نمایاں کمی آئی اور کئی کمپنیاں دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ گئیں۔

یورپی یونین نے ''سبز صنعتی معاہدے'' (Green Industrial Deal) کے تحت کاربن اخراج کو کم کرنے کے لیے کارساز اداروں پر دباؤ بڑھایا، جس کے لیے بھاری سرمایہ کاری کی ضرورت تھی، تاہم یوکرین جنگ اور سیاسی عدمِ استحکام کے باعث نئے پیداواری ڈھانچے کی تشکیل ممکن نہ ہو سکی۔ چینی برقی گاڑیاں۔ جو آرام دہ، جدید اور کم قیمت تھیں۔ نے یورپی مارکیٹ پر قبضہ جما لیا۔ 2025ء میں یورپی کار صنعت کو ایک اَور بڑا دھچکا امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی پالیسیوں سے پہنچا۔ دوبارہ صدر منتخب ہونے کے بعد ٹرمپ انتظامیہ نے یورپی گاڑیوں پر 10 سے 20 فی صد ٹیرف عائد کرنے کی دھمکی دی، جس سے جرمن صنعت خاص طور پر متأثر ہوئی۔ اندازہ ہے کہ صرف 10 فی صد ٹیرف سے یورپی یونین کی جی ڈی پی میں 0.3 فی صد کمی ہو سکتی ہے، جب کہ جرمنی پر اِس کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ یورپ کے لیے صرف گاڑیاں ہی چیلنج نہیں، بلکہ فضائی صنعت بھی عالمی معاشی و سیاسی کشمکش میں جکڑی جا سکتی ہے۔ امریکا کی بوئنگ کمپنی۔ جو دنیا کی سب سے بڑی طیارہ ساز ہے۔ اب چین کی مخالفت کا سامنا کر رہی ہے۔ چین نے اپنی تمام ایئر لائنز کو بوئنگ کے ساتھ ہر قسم کا کاروبار بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ محض بائیکاٹ نہیں، بلکہ امریکی معیشت پر حملہ ہے۔

بوئنگ 787 جیسا ایک طیارہ 211.5 ملین ڈالر کا ہوتا ہے اور اس کے 60 فی صد پُرزے امریکا درآمد کرتا ہے۔ ان سودوں کی منسوخی نہ صرف بوئنگ' بلکہ پوری سپلائی چین کو متأثر کرے گی، جن میں انجن، سیٹیں، سٹیل اور ٹائر بنانے والی کمپنیاں شامل ہیں۔ چین نے ان آرڈرز کو منسوخ کر کے فرانس کی ائیر بس کو ترجیح دی ہے۔ ائیر بس کا ماڈل A-380 جس کی قیمت 412 ملین ڈالر ہے۔ اب چین کی ترجیح بن چکا ہے۔ یوں چین نہ صرف امریکا کو معاشی نقصان پہنچا رہا ہے، بلکہ فرانس کو فائدہ پہنچا کر یورپ کے اندر امریکی اثر و رُسوخ کو کمزور کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چین اپنی قومی کمپنی ''کومک'' کو بھی خود کفیل بنانے کے لیے اقدامات کر رہا ہے، تاکہ مستقبل میں کسی مغربی ملک کی محتاجی نہ رہے۔ یورپ کے اندر سیاسی کشمکش بھی بڑھ رہی ہے۔ فرانس میں سرکاری قرضہ جی ڈی پی کے 112 فی صد تک جا پہنچا ہے، جب کہ جرمنی میں قبل از وقت انتخابات نے پالیسیوں کو غیر یقینی بنا دیا ہے۔ یورپی مرکزی بینک نے شرح سود کم کر کے 2 فی صد کر دی ہے، لیکن معیشت کو فوری ریلیف نہیں ملا، کیوں کہ مارکیٹ میں غیر یقینی صورتِ حال برقرار ہے۔

مستقبل کی راہیں اور اِمکانات: یورپ اگر اپنی کارسازی و فضائی صنعت کو بچانا چاہتا ہے تو اسے کئی محاذوں پر بہ یک وقت کام کرنا ہوگا:

(1) پائیدار مالیات: یورپی یونین کو چاہیے کہ کاربن نیوٹرل ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری بڑھائے، تاکہ ماحولیاتی تقاضے بھی پورے ہوں اور صنعت کو نئی زندگی بھی ملے۔ (2) دفاعی سرمایہ کاری: ''ڈیفنس یونین'' کے تحت دفاعی صنعتوں میں سرمایہ کاری سے معیشت کو سہارا دیا جا سکتا ہے۔ (3) بین الاقوامی مذاکرات: امریکا اور ایشیائی ممالک کے ساتھ تجارتی تنازعات کو کم کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، تاکہ یورپ کی مصنوعات کو عالمی منڈی تک رسائی میں آسانی ہو۔ (4) ٹیکنالوجی کی منتقلی: یورپ کو اپنی صنعتوں کو جدید خطوط پر اُستوار کرنا ہوگا، خاص طور پر الیکٹرک گاڑیوں اور مصنوعی ذہانت کے میدان میں۔

www.rahimia.org

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

عیدالاضحیٰ کا دن
جان اور مال کو قربان کرنے کے جذبے کا اظہار ہے

۱۰/ ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ / 17/ جون 2024ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں خطبہ عیدالاضحیٰ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''معزز دوستو! آج کا دن وہ عظیم الشان عیدالاضحیٰ کا دن ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اب تک اُمت مسلمہ ابراھیمیہ حنیفیہ محمدیہ کے لیے اللہ کی جانب سے انسانیت کے لیے عام طور پر اور مسلمانوں کے لیے خاص طور پر برکات کا نُزول ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے خاص طور پر اس لیے کہ جب وہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے ہاتھ سے اپنا قیمتی ترین جانور ذبح کرتا ہے، اور اس طرح اپنی مَلَکیّت کو مضبوط بنانے کے لیے عزم، ارادہ اور استقامت اختیار کرتا ہے تو اللہ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''یوم النّحر (قربانی یعنی عیدالاضحیٰ کے دن) اللہ کے نزدیک آدمی کا سب سے محبوب عمل خون بہانا ہے''۔ جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اس کے لیے انعاماتِ الٰہیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام کی یہ عادت ہے کہ وہ جس چیز سے محبت رکھتے ہیں، جس کے ساتھ اُن کا تعلق عقیدت کا، محبت کا ہو جاتا ہے، تو وہ اس کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ جب یہ صورتِ حال ہے تو مسلمان کے لیے تو سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اور عظمت کے، اَور کوئی ذات اس لائق نہیں ہے کہ اُس کے ساتھ دل لگایا جائے۔ دل لگانے کا مرکز صرف اور صرف وحدہ لاشریک ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اُس کی محبت، اس کے ساتھ عظمت کا تعلق، یہی کامیابی کی دلیل ہے۔ محبت کا اِظہار اُس کے نام پر جانور ذبح کرنا ہے۔

اس مسئلے کو اگر حقیقت کے طور پر سمجھنا ہو تو اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ یہ دین' انسانی اجتماعیت کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر درست خطوط پر قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ گویا کہ ایسی سیاست دنیا میں غالب کی جائے جو انسانیت کو ہر طرح کے ظلم وستم سے نجات دلا کر امن، عدل اور انصاف کی حالت میں زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کرے۔

اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشن کے مطابق کام کرنے والے تمام اسرائیلی انبیاؑ کا بنیادی مقصد اپنی قوم اور اپنی جماعت کی سیاسی تعلیم وتربیت ہے۔ اور سیاست کہتے ہیں قوم کو اجتماعی نقائص سے نکال کر ترقی کی طرف لے جانا۔ یہ سیاست دو کاموں کے بغیر نہیں ہوتی: ایک یہ کہ دین کا نظام غالب کرنے کے لیے آپ کو جان بھی قربان کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ ہو۔ اور دوسرا کام مال بھی قربان کرے۔ ان دو کاموں کے بغیر دنیا میں کوئی قوم انقلاب برپا نہیں کر سکتی۔ عیدالاضحیٰ کا دن جان اور مال کو قربان کر دینے کے جذبے کی تربیت کا مظہر ہے''۔

مسلمانوں کے لیے دونوں عیدوں کا فلسفہ اور اُن کی حکمت

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''کسی بھی نظام اور کسی بھی قوم کا جو بنیادی ہدف اور ٹارگٹ ہوتا ہے، اس کو کم از کم ایک سال کے بعد دُہرانا، اس کی مشق کرنا اور اجتماعی پریڈ ضروری ہوتی ہے، تاکہ پوری قوم کے ہر بچے بچے میں وہ بنیادی ہدف اور مقصد علی الاعلان راسخ ہو جائے۔ اُس پریڈ کا بہترین وقت سورج کے طلوع ہونے کے بعد کھلے میدان کے اندر اجتماعی مظاہرہ ہے، اور اس کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ اُس سالانہ پریڈ میں ہر عورت، مرد، بچہ، تمام کے تمام لوگ' شہر سے باہر ایک میدان میں جمع ہوں اور ایک ڈسپلن کے ساتھ پریڈ سرانجام دیں۔ یہ دو دن جو مقرر کیے ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، یہ دین کے بنیادی شعائر یعنی علامتیں ہیں، جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے مشن اور اللہ کے نظام کی اہمیت دل ودماغ میں پیدا ہو جائے، یہ دینی نظام کی گویا مشق اور پریڈ ہیں۔

سورج نکلتے ہی عید کے اجتماعِ عام میں اُس کی صف بندی ہوگی، اس کا اصل مقصد دشمن پر رُعب پیدا کرنا ہے۔ اس اجتماعی سرگرمی کا آغاز دو رکعات نماز سے ہوگا۔ دو ہی رکعتیں ہوں گی، دنیا میں اللہ نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز سنگل پیدا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا جوڑا بنایا ہے۔ نباتات میں دیکھ لو، حیوانات میں دیکھ لو، آسمان وزمین کو دیکھ لو، فلکیات کو دیکھ لو، ارضیات میں دیکھ لو۔ انسانوں میں دیکھ لو! جوڑا ضرور ہے۔ اس لیے نماز کی رکعتوں کا بھی جوڑا ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''إنّ لِکُلِّ قومٍ عیدًا، وھٰذا عیدُنا'' (ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور ہماری عید یہ ہے)۔ (صحیح بخاری، حدیث: 952) عید کے یہ دو دن عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جوڑا ہیں، عید سنگل نہیں ہوتی۔ یومِ آزادی سنگل نہیں منایا جاتا۔ ہر قوم کے دو دن ہوتے ہیں۔ ایک وہ دن جس دن آزاد ہوئے اور ایک وہ دن جس دن اُن کے ہاں قومی آئین اور دستور نازل ہو کر یا بن کر اُس کی اتھارٹی وجود میں آئی ہے، جس کو دنیا میں ''یومِ جمہوریہ'' کہا جاتا ہے اور آپ کے ہاں صرف ایک ہے۔

عیدالفطر اُس آئین اور قانون کی یاد میں ہے جو ستائیس رمضان کو پورا قرآن حکیم اجمالاً آسمانِ دنیا پر اپنی اتھارٹی کے طور پر نافذ العمل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں ایک ریاست قائم کی اور پہلی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ادا کی اور اس موقع پر جانور قربان کیا۔ یہ قربانی دراصل اگلے رمضان میں غزوۂ بدر کی تیاری تھی۔ اسی طرح آپؐ اپنے وِصال تک دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور دس سال عیدالاضحیٰ منائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کیا، جانور قربان کیے۔ ان دس سالوں میں نبی اکرمؐ نے ہر سال دو مینڈھوں کی قربانی کی۔ ایک اپنے اور اپنے اہلِ بیت کی طرف سے اور دوسرا پوری اُمت کی طرف سے۔ تاکہ اُمت میں قربانی کرنے کی جو استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ جذبۂ جہاد کے مطابق اپنی جان قربان کرنا چاہتے ہیں، تو اُن کی طرف سے بھی رسول اللہؐ نے قربانی کی، تاکہ قیامت کے دن کی اجتماعیت سے وہ محروم نہ رہیں''۔

www.rahimia.org

عیدالاضحیٰ کے عنوان کے لفظی معنیٰ و مفہوم اور حکیمانہ تعبیر کا نمونہ

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’کسی بھی چیز کی اصطلاح اور اُس کا ٹائٹل ڈسپلن اور نظم و ضبط قائم کرنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے معنیٰ کا ایک جہان آباد ہوتا ہے۔ ہر سسٹم میں ایک اصطلاح وضع کرنا ضروری ہوتا ہے۔ قربانی کے دن کو بھی ایک ٹائٹل دیا گیا ہے: ’’عیدالاضحیٰ‘‘۔ اس پر ذرا غور کیجیے۔ یہ ٹائٹل دو لفظوں پر مشتمل ہے: ’’عید‘‘ اور ’’الاضحیٰ‘‘۔

امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ: عید یوم الزینہ (خوشی کے دن) کو کہتے ہیں یعنی: خوب صورت ہونے کا دن، اچھے کپڑے پہننے، تجملات اور جمالیات کو اختیار کرنے کا دن کہ لوگ سب کے سامنے اجتماع میں خوشی منائیں، اچھا لباس پہن کر، اچھا کھانا کھا کر، اچھی بات چیت اور گفتگو کر کے۔ یوم الزینہ وہ ہوتا ہے، جس میں انسان کسی تکلف اور محنت اور مشقت کے کام نہیں کرتا، ریلیکس ہوتا ہے۔ عید کا لفظی معنیٰ تفریح اور خوشی کا دن ہے۔

اس یوم الزینہ کے لوازمات میں سے ہی ہے کہ جماعتوں کی جماعتیں اپنے گھروں سے نکل کر صبح صبح عیدگاہ اور مصلّٰی کی طرف آئیں۔ شعائر اللہ کی بلندی کا اعلان کریں۔ تکبیراتِ تشریق ’’اَللّٰهُ أَكْبَر، اَللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَر، اَللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد‘‘ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے گھر سے چلیں۔ پھر ایک ڈسپلن کے ساتھ کھڑے ہو کر ایک امام کے پیچھے چھ تکبیرات زائدہ کے ساتھ نماز ادا کریں، تاکہ اللہ کی بڑائی کا اعلان ہو، سربلندی ہونی چاہیے۔ اور نماز کے بعد پھر ایک دوسرے سے ملنا، مصافحہ کرنا، معانقہ کرنا، مسرت کا اظہار کرنا، یوم الزینہ (عید) کی خصوصیت ہے۔

دوسرا لفظ اس میں استعمال کیا گیا: الاضحیٰ یا اُضحیہ۔ ضحو کہتے ہیں اُس وقت کو جب سورج نکل کر بلند ہو جاتا ہے اور اُس کی روشنی زمین پر پڑنے لگتی ہے۔ ظہر سے پہلے ضحویٰ کا وقت ہے۔ یہ لفظ استعمال ہوتے ہوتے صبح کے وقت قربانی اور ذبح کے لیے استعمال ہونا شروع ہو گیا۔ یعنی کھلے میدان میں سب کے سامنے جانور قربان کیا جائے۔ ہونا تو یہ تھا کہ مسلمان اس دن میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں، اس بات کی پریکٹس کریں کہ جان قربان کرنے کا بھی اُسے موقع ملے تو وہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جیسا کہ دنیا میں عام طور پر اقوام صبح کے وقت اسلحے اور ٹینکوں و میزائلز سے لیس ہو کر اپنی پریڈ کرتی ہیں۔ اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دن سورج چڑھے جان قربان کرنے کی پریکٹس جانور کی قربانی شکل میں کرنا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ فجر کے تھوڑی دیر بعد ہی عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ آپؐ نے عیدالاضحیٰ کی نماز بعد خطبے میں فرمایا کہ لوگ جا کر اللہ کے راستے میں جانور ذبح کریں۔ ایک صحابی نے کہا کہ: یا رسول اللہ! میں تو جانور قربان کر کے گوشت بنا کر پکا کر کھا کر آیا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے رات میں جانور قربان کر دیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ: تم نے گوشت کھایا ہے، تم نے اُضحیہ نہیں کیا۔ دن تو ابھی ظاہر ہی نہیں ہوا۔ تو فرمایا: دوبارہ کرو، یہ قبول نہیں‘‘۔ (بخاری)

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے درمیان ربط و تعلق کی حکیمانہ تشریح

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’عیدالاضحیٰ کے روز جانور کا ذبح کرنا ہی اس دن کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس لیے تمام اُمت کا اجماع ہے کہ ان دنوں میں صدقہ اور خیرات کرنے کے بجائے جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ لاکھوں ڈالر بھی اس دن خرچ کر دیے جائیں تو وہ ذبیحے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ اس لیے کہ تاکہ وہ حالت اور کیفیت اُس کے وجود کے اندر طاری ہو، جو محبتِ الٰہی کے جذبے کو بیدار کرے اور قوم کی سیاسی اور معاشی طاقت کو مضبوط بنانے، طاقت ور بنانے، ڈسپلن میں لانے کے لیے وہ نتیجہ خیز ہو۔ مدینہ منورہ میں دس سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے راستے میں جانور قربان کیے، ان کے ذریعے اپنی ریاستی طاقت اور اپنے صحابہؓ کے اندر قربانی دینے کے جذبے کو اُستوار کیا۔ پہلی ہجری میں قربانی کا یہ عمل آپؐ نے شروع کیا، اس ذوالحج سے لے کر ۲ ہجری کے رمضان المبارک تک جب یہ ٹریننگ ہو گئی اور اس کے مطابق ایک مخلص جماعت تیار ہو گئی تو اس رمضان میں اللہ نے جہاد فرض کر دیا کہ جاؤ اور جا کر ابوجہل کی مکہ مکرمہ میں موجود کفر کی طاقت کا مقابلہ کرو۔

اسی طرح آپ دیکھیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی موقع پر اسی ذوالحج سے کچھ پہلے، اور بعض روایات کے مطابق اسی ذوالحج کے بعد محرم، صفر، ربیع الاوّل کے مہینوں میں سرایا بھیجے ہیں، جنھوں نے قریش کے شام سے مکہ جانے والے قافلے پر شب خون مارا۔ غزوۂ بدر بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی کہ جب ابوسفیان کے قافلے کا راستہ روکنے کے لیے سفر کیا گیا تھا اور تین سو تیرہ کے مقابلے میں ایک ہزار آدمی آ گئے۔ حضور ﷺ نے دو جگہ راستے میں روک کر پوچھا کہ بھئی! سامنے کی تعداد تو دستر کے بجائے ایک ہزار ہے، کون کون ہے جو اَب قربانی دینے کے لیے تیار ہے؟ موت قبول کرنے کے لیے کون تیار ہے؟ جانور تو قربان کیے تھے، اب جان کی قربانی دینے کا وقت آیا ہے تو تمھارے کیا ارادے ہیں؟ اس موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہ سمجھنا جنھوں نے کہا تھا کہ: ’’تو اور تیرا رب جا کر لڑ، ہم یہاں بیٹھے ہیں‘‘ بلکہ ہم تو وہ ہیں کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے گا، ہم اپنا وہاں خون گرائیں گے‘‘۔ (البدایہ والنہایہ) یہ اُسی آٹھ دس مہینے کی ٹریننگ کا نتیجہ ہے، جو یوم الاضحیٰ سے شروع ہوئی تھی۔ یہی وہ پس منظر ہے، جس کی بنیاد پر ایک قومی نظام وجود میں آتا ہے۔

عیدالاضحیٰ کا پیغام دراصل وہ طاقت اور قوت پیدا کرنا ہے کہ جو آپ کی روح اور جسم کو مضبوط بنا کر آپ کی قومی اجتماعیت کو ترقی یافتہ بنائے۔ کامیاب بنائے، نقائص سے نکال کر ترقی کی طرف لے جائے۔ اسی کا نام سیاست ہے اور اسی کے لیے انبیاؑ تشریف لاتے رہے ہیں۔ اسی پس منظر میں جانور ذبح کرنے کی یہ عبادت ہم پر لازمی قرار دے گئی ہے۔ دین کا غلبہ اس کا مقصد ہے، جسے پورا کرنے کے لیے مسلمان کو اپنی جان مال قربان کرنی ہے‘‘۔

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا محمد عظیم شیدا سولنگیؒ

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگردوں میں ایک نام حضرت مولانا محمد عظیم شیدا سولنگیؒ کا بھی ملتا ہے۔ آپؒ کی ولادت 1870ء میں گاؤں گل برڑو، تعلقہ وارہ (ضلع قمبر شہدادکوٹ) ہوئی۔ والدِ گرامی کا نام فقیر لعل بخش سولنگی تھا۔ سندھی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی اخوند فقیر محمد سولنگیؒ سے حاصل کی۔ بعدازاں گاؤں کے قریب مولانا عبدالعزیز خارانیؒ کے مدرسے میں داخل ہوئے، جہاں ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی۔ پھر شکارپور میں مولانا عبدالغفور ہمایونیؒ اور علامہ سیّد محسن شاہؒ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جیکب آباد کے مشہور عالم مولانا خادم حسین جتوئیؒ کے پاس 4 سال تک زیرِ تعلیم رہ کر تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

یہ وہ دور تھا جب سندھ میں پیر جھنڈا میں دارالرشاد مدرسہ نے اپنی تعلیمی کارکردگی کی بنیاد پر ایک خاص مقام حاصل کرلیا تھا۔ مولانا موصوفؒ نے دارالرشاد پیر جھنڈا میں داخلہ لیا، جہاں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی شاگردی اختیار کی اور قرآنِ حکیم کے تفسیری اسلوب میں مہارت حاصل کی۔ حضرت سندھیؒ کی صحبت اختیار کرنے کے نتیجے میں ان کی سوچ اور مزاج پر گہرا اثر رہا۔ حضرت سندھیؒ کے گرویدہ ہوگئے اور قومی سوچ اور فکر کی ترویج میں ان کے ساتھ کردار ادا کیا۔

1915ء میں جب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنے شیخ، حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے افغانستان ہجرت کر رہے تھے تو حضرت شیداؒ بھی ان کے ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے، لیکن سبی پہنچ کر مولانا سندھیؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ واپس جا کر تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہوں۔ امامِ انقلابؒ کے حسبِ ارشاد آپؒ واپس آ گئے اور تعلیمی جدوجہد میں لگ گئے۔ اپنے گاؤں سے ہجرت کرکے ''نصیر آباد'' کے قریب گاؤں ''خداداد خان پٹھان'' میں آباد ہوئے۔ اس کے بعد 'وگن'، 'یاری دیرو' اور بالآخر 1953ء میں نصیر آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، جہاں دینی تعلیم کے لیے مدرسہ قائم کیا اور ایک بڑی 'اُوطاق' تعمیر کی، جو مہمان نوازی کا مرکز بنی۔ ان کا مدرسہ ہمیشہ طلبا سے اور اُوطاق مہمانوں سے بھری رہتی تھی۔

تعلیم کے میدان میں حضرت شیداؒ نے غریب بچوں کے لیے قیام، خوراک اور تعلیم کا بندوبست کیا اور اپنے علاقے میں کئی مدارس قائم کیے۔ ان میں خداداد خان پٹھان، مائی شاہل، وگن اور یارو دیرو کے مدارس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان مدارس میں غریب اور پس ماندہ علاقوں کے بچوں کو دینی و دنیوی تعلیم دی جاتی تھی۔

تحریکِ خلافت اس وقت کی اہم تحریکات میں سے ایک تھی۔ اس تحریک میں بھی مولانا موصوفؒ نے بھرپور حصہ لیا اور سندھ بھر میں سرگرم کردار ادا کیا۔ 1920ء میں جب جمعیت علمائے ہند کی بنیاد رکھی گئی تو سندھ میں لاڑکانہ شاخ کے صدر کے طور پر نامزد کیے گئے۔ جمعیت علما میں سندھ بھر کے علما سے رابطوں کا ایک مربوط نظام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی بنا پر جمعیت علمائے ہند کی مرکزی کمیٹی کے ممبر کے طور پر بھی کام کیا۔

جب مولوی محمد عظیم شیداؒ پہلی بار حج کے لیے گئے، اس وقت ہندوستان میں طاعون اور ہیضہ جیسی وبائیں پھیلی ہوئی تھیں، جن سے لاکھوں افراد جاں بحق ہو چکے تھے۔ جب وہ اپنے قافلے کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں کے حاکم شریف حسین نے حکم جاری کیا کہ ''ہندوستان سے آئے حجاج' حرم شریف میں صرف ایک دن قیام کریں اور پھر روانہ ہوجائیں، کیوں کہ ان سے بیماری پھیلنے کا خدشہ ہے''۔ شیدا صاحبؒ نے اس حکم کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ آپؒ کے خلاف وارنٹ جاری ہوا، لیکن حکومتِ وقت کو حضرت شیداؒ نے مکمل دلائل سے قائل کیا۔ ان کے دلائل اور دلیری سے مجبور ہو کر حکومت کو نہ صرف وہ فیصلہ واپس لینا پڑا، بلکہ مولانا موصوفؒ کو شاہی مہمان کا درجہ دیا گیا۔

1924ء میں جب سندھ ہاری تحریک کی بنیاد رکھی گئی تو آپؒ اس سندھ ہاری کمیٹی میں شامل ہوئے۔ 1937ء میں سندھ میں پہلی بار انتخابات کے بعد تعلیم کا محکمہ قائم ہوا اور جی ایم سیّد اور پیر الٰہی بخش نے وزارتِ تعلیم سنبھالی۔ اس وقت انگریزی کو سکولوں میں متعارف کرایا گیا۔ حضرت شیداؒ اُن اوّلین علما میں شامل تھے، جنھوں نے دونوں وزرا کو خط لکھ کر پیشکش کی کہ ان کے مدارس میں بھی انگریزی پڑھائی جائے۔ خواتین اور بچوں کی تعلیم کے حق میں تھے اور جہاں بھی موقع ملتا' اپنے اس مؤقف پر ضرور بات کرتے تھے۔ شیدا صاحبؒ کو عربی و فارسی زبان کے مختلف لہجوں پر بھی مکمل عبور حاصل تھا۔ ایران، عراق، یمن، شام اور مصر کے سفر بھی کیے۔ فارسی بولنے والوں کے لہجے سے ان کے علاقے کا اندازہ لگا لیتے تھے۔ انھیں شاعری سے خاص شغف تھا۔ شیدا تخلص کرتے تھے۔ فقیر ہدایت اللہ تارک نجفی اور دادن فقیر جو یو جیسے شعرا اِن کے مستقل مہمان ہوتے تھے۔ ان کے قریبی احباب اور صحبت دار علما میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، حضرت مولانا عبدالکریمؒ بیر شریف والے، مولانا محمد قاسم مشوریؒ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچؒ، پیر نجیع اللہ شاہ راشدیؒ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت سندھیؒ کے دیگر شاگردوں میں سے حکیم فتح محمد سیوہانیؒ اور مولانا دین محمد وفائیؒ سے محبت و دوستی کا تعلق تاعمر قائم رہا۔

انھوں نے جوانی میں ہی پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سیرت پر سندھی زبان میں ''سیرتِ مصطفیٰ'' کے نام سے کتاب لکھی۔ 1980ء میں اس کتاب پر صدارتی ایوارڈ اور دس ہزار روپے انعام ملا۔ یہ کتاب سندھی ادبی بورڈ نے تین مرتبہ شائع کی۔ ان کے بیٹے معروف وکیل منصور الحق سولنگی کی کوششوں سے 2013ء میں ڈاکٹر حبیب اللہ صدیقی نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ اس کے اُردو اور فارسی ترجمے پر کام جاری ہے۔

یہ عظیم عالم، استاد، ادیب، رہنما، حکیم، شاعر اور مفسر 1988ء میں وفات پا گئے۔ ان کا مزار جامع مسجد صدیقیہ نصیر آباد میں واقع ہے۔

(اس سوانحی مضمون کو ہم مولاناؒ کے صاحب زادے محترم منصور الحق سولنگی ایڈووکیٹ کے تعاون سے مکمل کر پائے۔ اس کے لیے ہم پر ان کا شکریہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔)

www.rahimia.org

دینی مسائل

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احکام ومسائل قربانی وعیدالاضحیٰ

1۔ ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب یعنی شریعت کی مقرر کردہ مال کی مقدار کا مالک ہو۔

2۔ صاحبِ نصاب وہ آدمی ہے، جس کے پاس شرعی نصاب: (الف) ساڑھے سات تولہ خالص سونا، یا اُس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد مال ہو۔ (ب) یا ساڑھے باون تولہ (52.5) خالص چاندی کا مالک ہو۔

3۔ اس مال کی ملکیت پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ۱۰ رذی الحج کی صبح صادق سے لے کر ۱۲ رذی الحج کے غروبِ آفتاب تک کے تین دنوں میں اتنے مال کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

4۔ گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کردینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

5۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو، تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ نفل ہوگی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

6۔ فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

7۔ ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہو، اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر قربانی کرلے تو ہوجائے گی۔

8۔ جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہوگیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، خواہ وہ مال دار ہو یا نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق مسائل

1۔ شرعی طور پر درجِ ذیل عمروں کے صرف یہی جانور قربانی کے لیے مقرر ہیں:

نمبر شمار	قربانی کے جانور	مقررہ عمر
۱	اونٹ۔ اونٹنی۔	کم از کم پانچ سال
۲	بیل۔ گائے۔	کم از کم دو سال
۳	بھینسا۔ بھینس۔	کم از کم دو سال
۴	بکرا۔ بکری۔	کم از کم ایک سال
۵	دُنبہ۔ بھیڑ۔	کم از کم ایک سال

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ اگر بھیڑ، یا دُنبہ چھ ماہ سے بڑا اور سال بھر سے کم کا ہو، لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے۔

2۔ گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصے دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو تو کسی حصے دار کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

3۔ چھوٹے جانور؛ بھیڑ، بکری، وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہوسکتے، بلکہ ایک شخص کی جانب سے صرف ایک ہی جانور قربان ہوسکتا ہے۔

4۔ اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ آدمی یا چھے آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں، تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

5۔ اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

6۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات حصے بناتے وقت اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہوجائے گا اور گناہ ہوگا۔

7۔ قربانی کا جانور صحیح اور بغیر کسی جسمانی عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، جن میں درج ذیل عیب یا خرابیاں ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہو۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گرگئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں، لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو (البتہ اُس جانور جس کے کان تو ہیں، لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کردیے گئے ہوں۔ بھیڑ، بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۸۔ جانور خنثیٰ ہو، یعنی اُس کے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو۔

قربانی کرنے کے ایام اور اوقات

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کے شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھ لیں، تب قربانی کرنی چاہیے۔

3۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہوجائے۔

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

ذبح اور گوشت سے متعلق مسائل

1۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

2۔ قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے اور فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کردے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

3۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

4۔ نذر کی وَجہ سے واجب ہونے والی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

5۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کرنے اور کھال اُتارنے کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

6۔ قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسّی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کردیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے، البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

تکبیرِ تشریق کے احکام

1۔ عرفہ یعنی نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک پانچ دن ''ایامِ تشریق'' کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے: ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

2۔ ۹/ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں۔

3۔ نمار کے فوراً بعد تکبیرات کہنی چاہئیں۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے، تب کہیں۔

4۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔

5۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحیٰ ہے۔ جس مسلمان پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے، عیدالاضحیٰ کے دن اس پر جماعت کے ساتھ دو رکعت نمازِ عیدالاضحیٰ بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

2۔ عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل اعمال مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔

۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے، جو پاس موجود ہوں، پہننا۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اوّل وقت پڑھنا۔

۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرِ تشریق، یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا۔

۱۲۔ عیدگاہ کی طرف پیدل جانا۔ ۱۳۔ دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

3۔ جہاں نمازِ عید پڑھی جائے، وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید سے پہلے بھی اور نمازِ عید کے بعد بھی۔ ہاں نمازِ عید کے بعد گھر آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

4۔ عورتیں اور جو لوگ کسی وَجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں، ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

5۔ ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں پر جائز ہے۔

نمازِ عیدالاضحیٰ کا طریقۂ کار اور اس سے متعلق مسائل

1۔ سب سے پہلے نیت کرے کہ: ''دو رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔'' نماز کی ادائیگی کا طریقۂ کار یہ ہے:

پہلی رکعت: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام اور مقتدی سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللّٰہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللّٰہ کہہ لے۔ اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح سورتِ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی جائے اور رکوع و سجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت: امام پہلے قرأت کرے گا، اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین تکبیراتِ زائدہ ادا کی جائیں۔ ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجدوں کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا، چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

3۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا، پھر کسی وَجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ ہی اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اَور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر اُن کے لیے جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئنز روڈ لاہور سے جاری کیا۔